پروفیسر محمد یوسف گودرایہ

مزارعت اور ربا

ذرائع پیداوار کی وسعت

انسانی آبادی اور ذرائع پیداوار میں توازن مسئلۂ معاش کا اہم پہلو ہے۔ قرآن نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی پیداوار کو انسان کی روزی "رزقاً للعباد" قرار دے کر ذرائع پیداوار میں بے انتہا فراخی اور وسعت پیدا کردی۔ انسان میں تسخیر کائنات " سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعًا " (۴۵:۱۳) کا جذبہ بیدار کر کے ان وسیع و عریض ذرائع کو انسانی تصرف میں لانے کی طرف توجہ دلائی۔ " وابتغوا من فضل اللّٰہ " (۶۲ : ۱۰) تلاش کرو اللہ کا فضل (روزی)۔

ذرائع پیداوار اور مسئلۂ ملکیت

ذرائع پیداوار کی ملکیت کا معاملہ معاشی مسئلے کا اہم ترین پہلو ہے۔ قرآن نے ذرائع پیداوار کو خالقِ کائنات کی ملکیت قرار دے کر اس نزاعی مسئلے کو ہمیشہ کے لیے حل کردیا۔ " للّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض " (۲:۲۸۴) جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اللہ کا ہے۔

ذرائع پیداوار میں مساوات

روزی کے ذخیروں " اقواتہا " سے استفادے کا طریق کار مسئلۂ معاش میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن نے اس مسئلہ کو اس طرح حل کیا کہ تمام انسانوں کو استفادے میں مساوی طور پر شریک کردیا۔ " سواءً للسائلین " (۴۱:۱۰) برابر ہے تلاش و جستجو کرنے والوں کے لیے۔ چونکہ معاش ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اس لیے نسل انسانی کے کمزور طبقہ عورت کو بھی معاش میں برابر شریک بنانے کے لیے خاص طور پر وضاحت فرمائی۔ " للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن " (۴:۳۲)

مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں جو وہ کمائیں۔ اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو وہ کمائیں۔ انسان صرف اس کمائی میں تصرف کرسکتا ہے جسے وہ خود اپنی محنت سے کمائے۔ "لیس للانسان الا ما سعیٰ" (۵۳ : ۳۹) نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہی جو اس نے کمایا۔

صلاحیتوں میں تفاوت کی حکمت

قرآن نے انسان کی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں میں تفاوت کے پیشِ نظر کمائی کے نقطۂ نظر سے بعض کے بعض پر تفوق کو تسلیم کیا ہے۔ "واللہ فضل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق" (۱۶) اللہ نے رزق (دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اس تفاوت میں اللہ کی یہ حکمت پنہاں ہے کہ جو لوگ پیدائشی طور پر معذور ہیں یا ناگہانی آفات کا شکار ہو کر خود کمائی کرنے کے اہل نہ رہیں، ان کی ضروریات کی کفالت ان لوگوں پر ڈالی جائے جنھیں قدرت نے وافر صلاحیتوں سے نوازا ہو۔ "فی اموالھم حق للسائل والمحروم" (۵۱ : ۱۹) - ان کی کمائی میں محتاج و محروم کا حق ہے۔ ان تعلیمات کے زیر اثر لوگوں کے ذہنوں میں خود بخود یہ سوال ابھرنے لگے کہ اپنی کمائی میں سے کتنا خرچ کریں اور کتنا پاس رکھیں۔ قرآن نے اس بارے میں ایک اصولی بات بتادی ہے: "یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو" آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہہ دیجیے کہ جتنا ضرورت سے زائد ہو۔

محتاج و محروم کی باصلاحیت کی کمائی میں حکماً شرکت

قرآن نے معذور و محروم افرادِ ملت کو باصلاحیت افراد کی کمائی میں حکماً شریک کر کے مسئلۂ معاش کی تاریخ میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس انقلاب کا نتیجہ ہوا کہ باصلاحیت افراد زائد از ضرورت کمائی دوسروں کو دیتے وقت یہ ایمان رکھتے تھے کہ ان کی کمائی میں ایک متعین حق محتاج و محروم لوگوں کا ہے: "والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم" (۷۰ : ۲۴، ۲۵) اس آیت میں یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ ہر معاشرے کو اپنے معاشرتی و اقتصادی حالات کے پیشِ نظر ہر فرد کی بنیادی ضروریات کا تعین کرنا چاہیے تاکہ باصلاحیت اپنی زائد از ضرورت کمائی کا تعین کرسکیں اور معذور کی بنیادی ضروریات کی کفالت ہوسکے۔

سرمایہ دارانہ ذہنیت کا استیصال: قرآن نے انسان کا معاشی مسئلہ حل کرتے وقت اس

سرمایہ دارانہ ذہن کو بھی سامنے رکھا جو یہ بات پھیلاتا ہے کہ جب زائد از ضرورت کمائی پر انسان کو تصرف کا حق حاصل نہیں ہوگا تو وہ زائد از ضرورت کمائی ہی کیوں کرے گا؟ قرآن نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قدرت نے انسان کو جو صلاحیتیں عطا کی ہیں ان میں سے وہ ہر ایک کا جواب دہ ہے، جو شخص جس نسبت سے ناجائز کاموں پر اپنی صلاحیتوں کو ضائع کرے گا، یا جائز کاموں پر صرف کرنے میں تساہل برتے گا۔ اسی نسبت سے سزا و جزا کا مستحق قرار پائے گا۔ "ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا" (۱۷:۳۶) کان، آنکھ اور دل ان سب (صلاحیتوں) کے بارے میں یقیناً باز پرس ہوگی۔

صلاحیتیں امانت ہیں

صلاحیتیں اللہ کی طرف سے انسان کو بطور امانت دی گئی ہیں اور اس امانت کی ادائیگی ان کے صحیح اور کامل استعمال سے ہوگی۔ قرآن مجید نے ایسے انسانوں کی تعریف میں "القوی الامین" (۲۸:۲۶) "باصلاحیت، امانت دار" کے الفاظ سے کی ہے۔ قرآنی تعلیمات سے سرشار لوگ فرائض منصبی کی ادائیگی کے وقت اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں اور اپنی محنت و مشقت کی کمائی میں جب دوسروں کو اس میں شریک کرتے ہیں تو خلوص نیت کے ساتھ ایسا کرتے ہیں "تثبیتا من انفسھم" (۲:۲۶۵) خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں نہ ریا و فخر کا مظاہرہ کرتے ہیں، نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ بیگار لینے کا خیال اپنے دل میں لاتے ہیں بلکہ کمائی میں محتاج و محروم کی شرکت کو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے فریضہ سمجھتے ہیں اور اس فرض کی ادائیگی کے صلے میں اس کی خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں: "وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ" (۲:۲۷۲) اور جو کچھ اس طرح خرچ کروگے اللہ کی خوشنودی کے لیے کروگے، وہ اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو کمائی نمائش کرنے اور بیگار لینے کے جذبے کے تحت خرچ کی جائے وہ ضائع ہو جاتی ہے: "لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی" (۲:۲۶۴) اپنی کمائی احسان جتا کر اور بیگار لے کر ضائع نہ کرو۔

معذور و مصیبت زدہ کی عزت نفس کی برقراری

قرآنی تعلیمات پر مبنی معاشی نظام محتاج و محروم اور مصیبت زدہ کو باصلاحیت لوگوں

کی کمائی میں شریک کرتے وقت ان کی عزت نفس کو برقرار رکھنے کی پوری ضمانت دینا ہے۔ اوپر اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ با صلاحیت انسان کی زائد از ضرورت کمائی محروم و محتاج کا حق ہے۔ یہ حق حق داروں کی طرف لوٹاتے وقت قرآن نے صرف اس شخص کو اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرایا ہے جو احسان جتائے بغیر اور کسی کو جسمانی اور روحانی ٹھیس لگائے بغیر ایسا کرتا ہے: "لا یبتغون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم (۲: ۲۶۲) نہ اس خرچ کا احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف دیتے ہیں، ایسے لوگوں کا اجر ان کے پروردگار کے پاس محفوظ رہتا ہے اور جو لوگ اس حق کو لوٹاتے وقت معذور و محروم اور مصیبت زدہ پر احسان جتاتے ہیں اور انھیں جسمانی و روحانی تکلیف پہنچاتے ہیں ان کی کمائی برباد ہو جاتی ہے: "لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی" (۲: ۲۶۴) احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنی کمائی ضائع نہ کرو۔

دکھاوا بے ثمر رہتا ہے

جو شخص اپنی زائد از ضرورت کمائی میں دوسروں کا حق خیال نہیں کرتا اور اسے "رئاء الناس" (۲: ۲۶۴) لوگوں کو دکھاوے کے لیے یا احسان جتانے اور اذیت دینے کے لیے استعمال کرتا ہے، اسے ایک ایسی سنگلاخ چٹان سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر اتفاق سے پڑی ہوئی مٹی اس کی اصلیت کو چھپائے ہوئے ہو، زور کا مینہ اسے ننگا کر دے، اور اس کی اصلیت لوگوں پر واضح ہو جائے "فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا" (۲: ۲۶۴) اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔ اسلام نے انفاق کی بنیاد خلوص نیت سے اللہ کی خوشنودی کے حصول کو قرار دیا ہے جسے ایک زرخیز ٹیلے پر واقع باغ سے تشبیہ دی گئی ہے، جس پر اگر زور سے مینہ برسے تو وہ دوگنا پھل لاتے اور اگر محض بوندا باندی ہو تو اس سے بھی سرسبز و شاداب رہے: "ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتا من انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاتت اکلھا ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل" (۲: ۲۶۵) جو لوگ اللہ کی خوشنودی

حاصل کرنے کے لیے خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو، جب اس پر مینہ پڑے تو دوگنا پھل لائے اگر مینہ نہ پڑے تو پھوار ہی کافی ہو۔

قرآنی تعلیمات کی رو سے ذرائع پیداوار اللہ کی ملکیت ہیں۔ مسئلہ معاش میں سہولت پیدا کرنے کے لیے ان ذرائع سے استفادے کی یہ صورت پیدا کی کہ انھیں سب کے لیے مشترک قرار دیا۔ صلاحیتوں میں تفاوت میں یہ حکمت رکھی کہ محتاج و معذور و محروم لوگوں کی کفالت باصلاحیت لوگوں پر ڈالی جا سکے اور اس شرکت کو فرض قرار دیا اور اس فرض کی ادائیگی کو باصلاحیت لوگوں کے لیے روحانی تسکین اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنایا اور معذور و محروم لوگوں کی عزتِ نفس کی برقراری کو ملحوظ رکھا، اس طرح ایک ایسے متوازن معاشرے کی تشکیل کے لیے بنیادی اصول دے دیے جو ہر قسم کے استحصال سے پاک ہو۔

قدیم ظالمانہ معاشی نظام کے مفاسد کا استیصال

اسلام نے جہاں عدل و انصاف پر مبنی نئے معاشی نظام کو قائم کیا وہاں قدیم ظالمانہ نظام کے مفاسد کی نشان دہی کی اور ان کے استیصال کے لیے موثر اقدامات کیے۔ قدیم معاشی نظام میں چند لوگ ذرائع پیداوار پر قابض ہو کر انسانوں کی کثیر آبادی کو معاشی غلام بنا لیتے تھے۔ اسلام نے ذرائع پیداوار کو اللہ کی ملکیت قرار دیا اور ان سے استفادے کے لیے سب انسانوں کو مساوی حقوق عطا کیے۔

زمین اور صنعت و تجارت

زمانہ قدیم سے زمین اور صنعت و تجارت سب سے بڑے ذرائع پیداوار رہے ہیں۔ اگرچہ زمین کو ہمیشہ اولیت حاصل رہی۔ ذرائع پیداوار کو ذاتی ملکیت میں لینے کے رواج سے جتنے مفاسد پیدا ہوئے قرآن نے انھیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ صنعت و تجارت میں جن بدعنوانیوں کا ارتکاب ہو رہا تھا قرآن نے ان پر مکی دور کی آیات میں خاص طور پر سخت تنقید کی۔

سود و ربا

قرآن نے صنعت و تجارت میں پیدا ہونے والے مفاسد کے اسباب کی نشان دہی کی،

اور ان کے لیے ایک جامع اصطلاح "ربا" استعمال کی اور حکم دیا: "وذروا ما بقی من الربوٰ" (۲: ۲۷۸) جو کچھ بھی ربا (سود) باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو۔ ربا کے تباہ کن نتائج کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایمان باللہ اور ربا کو دو متضاد عقیدے قرار دیا اور حکم دیا کہ اگر ایمان باللہ کا عقیدہ رکھتے ہو: "ان کنتم مومنین" (۲: ۲۷۸) تو ربا چھوڑ دو اور اگر ربا کو نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ: فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ" (۲: ۲۷۹)

ربا کی تعریف یہ ہے: "الربا والفائدۃ والربح الذی یتناولہ المرابی من مدینہ"[1] ربا ہر اس قلیل یا کثیر فائدہ یا نفع کو کہتے ہیں جو مالدار اور سرمایہ دار اپنے مال و سرمایہ کے بدلے کسی ضرورت مند سے قرض کے صلے میں حاصل کرتا ہے۔ یہ فائدہ خواہ بلا واسطہ مال میں اضافے کی صورت میں ہو، خواہ بالواسطہ جسمانی بیگار اور انسانی محنت کے استحصال کی شکل میں ہو، ربا کہلائے گا۔ علاوہ ازیں ربا ہر قسم کے تجارتی، سماجی و معاشرتی لین دین کے باہمی معاملات میں استحصال کی جملہ اقسام پر مشتمل ہے۔[2]

مزارعت و مخابرت

سب سے بڑے ذریعہ پیداوار زمین کو ذاتی ملکیت میں لینے کے نتیجے میں جاگیرداری اور زمینداری کا استحصالی نظام پیدا ہوا۔ اسلام نے اس نظام کے مفاسد کے اسباب کی نشاندہی مزارعت اور مخابرت کی اصطلاحات سے کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی یا لگان پر دینے سے منع فرمایا: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن کراء المزارع[3]
ایک اور موقع پر اس کی وضاحت یوں فرمائی۔ جس کے پاس کوئی زمین ہو اسے چاہیے کہ

---

[1] المنجد فی اللغۃ والادب والعلوم۔

[2] امام ابن حزم نے ان اقسام کو "بیع قرض وسلم" کا نام دیا ہے۔ (المحلی) طبع مصر، ج ۸، ص ۴۶۷۔

[3] محمد بن اسمٰعیل البخاری، الصحیح البخاری، طبع مصر ۱۳۷۶ھ الجزء الثالث، ص ۱۴۱۔

یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو زراعت کے لیے دے دے مگر کرائے پر نہ دے، نہ تہائی پیداوار پر، نہ چوتھائی پر، نہ ایک مقررہ مقدار غلہ پر[۵۴]

مخابرت، کے بارے میں آپ کا فرمان ہے: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن المخابرة قلت وما المخابرة قال ان تاخذ الارض بنصف او ثلث وربع[۵۵] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرت سے منع فرمایا ہے۔ راوی نے حضرت زید بن ثابت صحابی رسولؐ سے پوچھا، مخابرت کیا ہے؟ حضرت زید نے جواب میں کہا کہ مخابرت یہ ہے کہ تم آدھی تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض زمین لو۔

امام زیلعی نے بٹائی، لگان، مستاجری وغیرہ کی جملہ اقسام کی ممانعت نقل کی ہے۔ واخرجه البخاری ایضاً عنه قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن المحاقلة والمخابرة والملامسة والمنابذة والمزابنة[۵۶]

جلیل القدر صحابہ سے مزارعت و مخابرت کی ممانعت کے بعد امام ابن حزم نے خلافت اسلامیہ کے عظیم تابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے[۵۷] عکرمہ، مجاہد اور عطا (مکہ)، قاسم بن محمد (مدینہ) مسروق اور شعبی (کوفہ) ابن سیرین اور حسن بصری (بصرہ) مکحول (دمشق)، طاؤس (یمن) ان سب نے زمینداری اور جاگیرداری کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے مزارعت کے خلاف امام اعظم کا مشہور فتویٰ اس طرح نقل کیا ہے:
اذا اعطی الرجل الرجل ارضا مزارعة بالنصف او ثلث او الربع او اعطی نخلا او شجرا معاملة بالنصف او اقل من ذلك او اکثر فان ابا حنیفة کان یقول هذا کله باطل[۵۸]

---

۵۴ حافظ ابوبکر محمد بن موسی الحازمی، متوفی ۵۸۴ھ کتاب الاعتبار، طبع منیریہ، مصر ۱۳۶۴ھ ص ۱۳۵۔

۵۵ امام ابوداؤد سنن ابن داؤد، جلد ۳، ص ۲۷۳، بیروت۔

۵۶ نصب الرایۃ (جزء ۴، ص ۱۲، (انڈیا) ۱۹۳۸ء

۵۷ ابن حزم، المحلی، طبع بیروت، جزء ۸، ص ۲۱۳۔

۵۸ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ، طبع مصر ۱۳۵۷ھ، ص ۱۴۱۔

جو کوئی شخص زمین آدھی یا تہائی یا چوتھائی پر کسی دوسرے شخص کو دے یا کھجور و دیگر پھلوں کے باغ کا معاملہ آدھی یا اس سے کم و بیش بٹائی پر کرے تو امام ابوحنیفہ ایسی صورت میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب باطل ہے۔

مزارعت ومخابرت کی واضح ممانعت سے ثابت ہوا کہ ذرائع پیداوار کا صرف اسی حد تک تصرف جائز ہے جس حد تک ان سے خود اپنی محنت سے کمائی کی جا سکے۔ زائد از ضرورت زمین، زائد از ضرورت سرمائے کی طرح ہے، اور زائد از ضرورت سرمائے ۔ محتاج ومحروم کے حق ـــــ کو روک رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب کی خبر سنائی ہے: والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم ہذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔" جو لوگ سونا چاندی (سرمایہ) جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے دردناک عذاب کی خبر سنا دو جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو)

صنعت وتجارت میں سود وربا اور اراضیات میں مزارعت ومخابرت کے مترادف ہونے کا ثبوت خود نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: من لم یذر المخابرۃ فلیاذن بحرب من اللہ ورسولہ۔ جو شخص مخابرت سے باز نہ آئے وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔ آپ پہلے دیکھ چکے ہیں کہ یہ وہی اعلانِ جنگ ہے جسے قرآن نے سود وربا کا کاروبار نہ چھوڑنے والوں کے خلاف کیا تھا: "فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ" ـــــ اگر سودی کاروبار سے باز نہ آؤ تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ بعض حدیثوں میں مزارعت ومخابرت پر "ربٰو" کے لفظ کا اطلاق کیا گیا۔

اب تک کی مباحث کا خلاصہ یہ ہے:

(الف) - ذرائع پیداوار صرف اللہ کی ملکیت ہیں۔

- انسانی صلاحیتوں میں تفاوت، محتاج و محروم کی کفالت کا سبب ہے۔

- خداداد صلاحیتیں اللہ کی امانتیں ہیں، ان امانتوں کی ادائیگی صلاحیتوں کے کامل استعمال پر موقوف ہے۔

- محتاج و محروم شخص باصلاحیت انسان کی کمائی میں خیراتاً نہیں، حکماً شریک ہے۔

- باصلاحیت کی زائد از ضرورت کمائی میں محتاج و محروم کی شرکت کا اصل محرک اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے۔

(ب) مسئلہ معاش میں فساد کا اصل سبب اراضیات میں مزارعت اور صنعت و تجارت میں سود و ربا ہے۔

- اسلام میں مزارعت و مخابرت اور سود و ربا مترادف ہیں اور دونوں کی ممانعت ہے۔

معارفِ حدیث

یعنی

حاکم نیشاپوری کی "معرفۃ علوم الحدیث" کا اردو ترجمہ

از مولانا محمد جعفر پھلواروی

حاکم نیشاپوری کی مشہور تالیف "معرفۃ علوم الحدیث" علم حدیث کی ایک فنی کتاب ہے۔ اس میں شمولہ اہم مضامین کو جانے بغیر کوئی شخص محدث نہیں بن سکتا۔ یہ کتاب اسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ مترجم نے جابجا مفید حواشی بھی دیے ہیں۔ فنِ حدیث سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

صفحات : ۳۸۸ قیمت : ۱۱ روپے

ملنے کا پتہ : ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور